سُنِّیَتِ مُصَافَحہ

مصافحہ ایک ہاتھ سے سنت ہے یا دونوں ہاتھوں سے ؟

تحریر

مفتی عبیدالرحمان صاحب

رئیس دارالافتاء والارشاد، مردان

مکتبہ دارالتقویٰ، مردان

مصافحہ ایک ہاتھ سے سنت ہے یا دونوں ہاتھوں سے؟

نوٹ: یہ ایک طویل تحریر کا اصولی تجزیہ ہے ،اس تحریر کا عنوان تھا: المصافحۃ بالید الواحدۃ سنۃ یعنی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت تھا، محرر نے اس میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کے سنت ہونے پر زور دیا تھااور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو خلاف سنت قرار دیا تھا، تحریر طویل ہے،اور مندرجات اس جواب کے ضمن میں ذکر ہیں لہذا اسے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی-عادل رضا

مسلمانوں کا آپس میں ملتے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے حضور ﷺ نے اس کی کافی ترغیب دی ہے اور بہت سے فضائل بیان فرمائے، خود سرور کونین ﷺ کا بھی یہی معمول رہا چنانچہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا: "هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصافحكم إذا لقيتموه"؟ کیا تم لوگوں سے ملتے وقت حضور ﷺ مصافحہ فرمایا کرتے تھے؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا "ما لقيته قط إلا صافحني[1] "میں جب بھی آپ ﷺ سے ملا آپ نے مصافحہ فرمایا۔ اس کے علاوہ بھی کافی فضائل وارد ہوئے ہیں، انہی ارشادات پر عمل کرنے اوران فضائل وترغیبات کو حاصل کرنے سے واسطے امت نے ہمیشہ سے مصافحہ کو معمول بنایا۔

حضور ﷺ یا آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین نے مصافحہ کرنے کی کوئی خاص ہیئت اور شکل مقرر نہیں فرمائی کہ مصافحہ اس طریقہ

---

[1] المصافحة لضياء الدين المقدسي ،ص ١٥

سے کرنا ضروری ہے ورنہ ناجائز یا خلاف سنت ہو گا، اسلئے خیر القرون میں شاید یہ بحث اس عنوان وانداز سے کہیں نہیں اٹھائی گئی کہ مصافحہ ایک ہی ہاتھ سے کرنا سنت ہے یا دونوں سے؟

اور شریعت نے بھی امت کو کسی خاص کیفیت کیساتھ مصافحہ کرنے کا مکلف نہیں بنایا، بلکہ اپنے مزاج یسر و مسامحت کی طرف اس میں کافی گنجائش چھوڑی۔ لیکن بعد میں جب اغیار کے عیاری اور اپنوں کے سادگی کے نامبارک امتزاج سے امت مرحومہ میں تشتت و تفرق کی زہریلی آندھی چلی جس نے صرف فروع ہی نہیں بلکہ اصول مسائل میں بھی تشکیک و تفریق کی فضا پیدا کر دی، جس کا خمیازہ آج امت کو مجموعی طور پر ہر ہر میدان میں بھگتنا پڑ رہا ہے، اسی طوفان کے نتیجہ میں یہاں یہ بحث چھیڑ دی گئی کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے سنت ہے یا دونوں ہاتھوں سے؟

امت مسلمہ کے مشکلات و مصائب کو دیکھتے ہوئے اس فروعی مسئلہ پر کچھ لکھنا کافی دشوار معلوم ہوا لیکن جب اپنوں ہی میں سے بعض حضرات کا غلو دیکھا اور اس افسوسناک جرات کا خیال ہوا کہ حضور ﷺ، صحابہ کرام اور اکابرین امت (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے ایک ثابت شدہ امر کو بے دریغ خلاف سنت کہا جانے لگا تو بادل نخواستہ کچھ سطور تحریر کرنے کی کوشش کی۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ مصافحہ مسنون ہے اور یہ سنت کامل طور پر تب ہی ادا ہو گی جب کہ دونوں ہاتھوں سے کی جائے، البتہ ایک ہاتھ کیساتھ بھی مصافحہ

کرنے سے نفسِ سنت ادا ہو جائیگی، اس سلسلہ میں معتدل موقف وہی ہے جو علامہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنایا، آپ تحریر فرماتے ہیں:

وقال ابن مسعود: علمني النبي صلیٰ الله عليه وسلم التشهد، وكفي بين كفيه. وقال كعب بن مالك: دخلت المسجد، فإذا برسول الله صلیٰ الله عليه وسلم فقام إلي طلحةبن عبيد الله يهرول حتیٰ صافحني وهنأني.واعلم أن كمال السنة فيها أن تكون باليدين، ويتأدیٰ أصل السنة من يد واحدة أيضا. وقد بوب البخاري بعده: باب الأخذ باليدين[1].

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ آپ کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان تھا کہ آپ نے مجھے تشہد سکھایا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں مسجد نبوی کو داخل ہوا اچانک رسول اللہ ﷺ بھی وہاں تھے اسی دوران حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ میری طرف لپکے، مجھے خوش خبری سناتے ہوئے میرے ساتھ مصافحہ فرمایا۔ واضح رہے کہ کامل طور پر سنت مصافحہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ ہو البتہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے سے بھی نفس سنت ادا ہو جاتی ہے، امام بخاری نے بھی اس کے بعد ایک باب دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کے بارے میں قائم کیا ہے"۔

[1] فيض البارى،الاستئذان،باب المصافحة،ج٦ ص ١٦٧

مصافحہ کے متعلق مجموعی احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں الفاظِ حدیث مختلف ہیں، بعض میں دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کی تصریح ہے اور بعض روایات میں بالید کے الفاظ ہیں، پہلی قسم کے احادیث ملاحظہ ہو۔

پہلی قسم کے احادیث جن میں دونوں ہاتھوں کیساتھ مصافحہ کرنے کا ذکر ہے

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب الادب المفرد میں فرماتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن رزين قال: مررنا بالربذة فقيل لنا: ها ههنا سلمة بن الأكوع فأتيته فسلمنا عليه فأخرج يديه فقال: بايعت بهاتين نبي الله صلى الله عليه وسلم. فأخرج كفا له ضخمة كأنها كف بعير فقمنا إليها فقبلناها[1]

ترجمہ: "عبد الرحمن بن زرین فرماتے ہیں کہ: ہم ربذہ مقام پر سے گزرے تو کسی نے کہا کہ یہاں (صحابی رسول ﷺ) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ موجود ہے، ہم ان کے پاس آئے اور انہیں سلام کیا، انہوں نے دونوں ہاتھ باہر نکال کر فرمایا کہ: میں نے ان ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیعت فرمایا ہے: ان کی ہتھیلی اونٹ کے پاؤں کی طرح کافی بڑی تھی چنانچہ ہم نے اٹھ کر اسے بوسہ دیا"۔

یہاں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی کہ میں نے ان دونوں ہاتھوں کیساتھ حضور ﷺ سے بیعت کی۔ واضح رہے کہ سند کے اعتبار سے یہ روایت قابل احتجاج ہے۔

اسی کتاب میں دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] الأدب المفرد: باب تقبيل اليد، ج١ ص ٥٤٢

حدثنا موسیٰ بن إسماعيل قال: حدثنا مطر بن عبد الرحمن الأعنق قال: حدثتني امرأة من صباح عبد القيس يقال لها: أم أبان ابنة الوازع، عن جدها، أن جدها الزارع بن عامر قال: قدمنا فقيل ذاك رسول الله فأخذنا بيديه ورجليه نقبلها[1]

ترجمہ: "حضرت زارع بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جب آئے تو کسی نے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہے تو ہم نے آپ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں پکڑ کر چوم لیے"۔

یہ حدیث بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے، البتہ بعض حضرات نے سند پر یہ اعتراض کیا کہ چونکہ ام ابان مجہول ہے، اسلئے حدیث ضعیف ہے، لیکن یہ درست نہیں، بہت سے محدثین کرامؒ نے اس کو "مقبول" کہا چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے "ام ابان" کے متعلق فرماتے ہیں"

أم أبان بنت الوازع ابن الزارع مقبولة من الرابعة بخ د"[2]

ترجمہ: "ام ابان بنت وازع کی روایات مقبول ہیں اور وہ چوتھے درجہ کے رواۃ میں سے ہے"۔

اسلئے محض اس بنیاد پر حدیث کو ضعیف قرار دینا درست نہیں۔

البحر الزخار میں ہے:

---

[1] الأدب المفرد: باب تقبيل الرجل، ج١ص ٥٤٢

[2] تقريب التهذيب، الكنى من النساء، ج١ ص ٧٥٥

حدثنا السكن بن سعيد، حدثنا يوسف بن يعقوب الضبعي، حدثنا ميمون بن عجلان عن ميمون بن سياه، عن أنس؛ أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما من مسلمين التقيا فأخذ أحدهما بيد صاحبه إلا كان حقا على الله ألا يفرق بين أيديهما حتى يغفر لهما[1]

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی نقل ہے کہ جو بھی مسلمان آپس میں ملاقات کے وقت ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے (مصافحہ کریں) تو ہاتھ جدا ہونے سے پہلے پہلے ان کی مغفرت خدا تعالیٰ کے ذمے حق ہے"۔

مسند أحمد میں ہے:

١٢٤٥١ - حدثنا محمد بن بكر، حدثنا ميمون المرئي، حدثنا ميمون بن سياه، عن أنس بن مالك، عن نبي الله صلى الله عليه وسلم قال: " ما من مسلمين التقيا، فأخذ أحدهما بيد صاحبه، إلا كان حقا على الله أن يحضر دعاءهما، ولا يفرق بين أيديهما حتى يغفر لهما[2]

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی نقل ہے کہ جو بھی مسلمان آپس میں ملاقات کے وقت ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے (مصافحہ کریں) تو ہاتھ جدا ہونے سے پہلے پہلے ان کی دعا کی قبولیت اور ان کا مغفرت خدا تعالیٰ کے ذمے حق ہے"۔

---

[1] البحر الزخار ،مسندابی حمزة،انس بن مالک،رقم الحديث٦٤٦٣، ج١٣/٩٩،مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة

[2] مسند أحمد ،مسندانس بن مالک،رقم الحديث،١٢٤٥١ ج١٩ص٤٣٦،مؤسسة الرسالة

یہاں "لایفرق بین ایدیھما" جمع کے الفاظ استعمال فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ دو سے زیادہ ہاتھ مصافحہ میں استعمال ہوئے۔

شعب الإیمان میں ہے:

أخبرنا أبو نصر بن قتادة، وأبو بكر الفارسي، قالا: أنا أبو عمرو بن مطر، قال: نا إبراهيم بن علي الذهلي، قال: نا يحيى بن يحيى، قال: نا بشر بن المفضل، عن خالد بن ذكوان، عن أيوب بن بشير العدوي، عن عبد الله العنزي، قال: سألت أبا ذر: أكان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا لقي الرجل يصافحه يأخذ بيده؟، فقال: " على الخبير سقطت، لم يلقني قط إلا أخذ بيدي غير مرة واحدة، وكانت تلك أجودهن، أرسل إلي في مرضه الذي توفي، فأتيته وهو مضطجع فأكببت عليه فرفع يديه فالتزمني [1]

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ عنزیؒ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کسی سے ملتے وقت ہاتھ پکڑ کر مصافحہ فرماتے؟ کہ بخدا! جب بھی میں آپ کے ساتھ ملا تو ہر مرتبہ میرا ہاتھ پکڑا، اور ایک مرتبہ تو بہت خوبصورت مصافحہ فرمایا ، مرض وفات میں مجھے کہلا بھیجا میں حاضر خدمت ہوا تو آپ ﷺ لیٹے تھے، میں سلام کے لیے نیچے کی طرف جھکا تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور مجھے سینے سے لگایا"۔

بخاری شریف میں ہے:

---

[1] شعب الإیمان مقاربة اهل الایمان وافشاءالسلام بینهم،ج۱۱ص۲۹۰

حدثنا أبو نعيم، حدثنا سيف، قال: سمعت مجاهدا يقول: حدثني عبد الله بن سخبرة أبو معمر قال: سمعت ابن مسعود، يقول: علمني رسول الله صلى الله عليه وسلم،وكفي بين كفيه، التشهد، كما يعلمني السورة من القرآن: «التحيات لله،والصلوات والطيبات،السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، أشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله[1]

ترجمہ:"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ آپ کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان تھا کہ آپ نے مجھے تشہد سکھایا الخ۔

یہاں خود حضور رحمت کائنات ﷺ نے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے سیدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ پکڑا، جو دونوں ہاتھوں کیساتھ مصافحہ کرنے پر دال ہے۔

روایت پر اشکالات

سائل نے اس پر یہ اشکال کیا "اگر دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا سنت اور شرف ہوتی تو پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے ایک ہاتھ سے لگے ہوتے" شاید اشکال کا مطلب یہ ہے کہ ابن مسعودؓ

---

[1] صحيح البخاري: كتاب الاستئذان،باب الاخذباليدين،ج٨ص٥٩

نے اپنے ایک ہاتھ کا ذکر کیا دونوں ہاتھ ملانے کا تذکرہ نہیں کیا، لیکن یہ بات بوجوہ درست نہیں:

۱: جب حضور ﷺ نے دونوں ہاتھ ملائے تو ہمارے لئے وہی حجت ہے، تعجب ہے حضور کریم ﷺ کے عمل سے استدلال نہیں کیا جاتا اور اس کے مقابلے میں ایک صحابیؓ کے عمل کو بطور حجت پیش کیا جارہا ہے۔

۲: حضرت ابن مسعودؓ کا مقصد یہاں اپنی خوش قسمتی بیان کرنی ہے کہ حضور ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہونے کا شرف وعزت میرے ہاتھ کو حاصل ہے، اپنا حال ذکر کرنا ملحوظ نہیں، ظاہر ہے ایسا مقامات پر بڑوں کے مکمل ہیئت وکیفیت کا تذکرہ کیا جاتا ہے، اپنی صورت حال بیان کرنی مقصود نہیں ہوتی، اسلئے ظاہر یہی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے بھی دونوں ہاتھوں سے یہ شرف حاصل کر لیا ہوگا۔

۳: حضرت ابن مسعودؓ نے اگر دونوں ہاتھ بھی ملائے ہو تب بھی یہ تعبیر بالکل واقع کے مطابق ہے کیونکہ جانبین سے دونوں ہاتھ ملانے کی صورت میں بھی ہر فریق کا ایک ہی ہاتھ دوسرے کے ہاتھوں کے درمیان آسکتا ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ دونوں ہی ہاتھ اس کے ہاتھ کے درمیان آجائے۔

دوسرا اشکال

دوسرا اشکال سائل نے یہ کیا کہ "یہ باب تعلیم سے ہے نہ کہ مصافحہ" علامہ عبدالرحمن مبارکفوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی "تحفۃ الاحوذی" میں اس کا یہی جواب

دیاہے اور بڑی تفصیل و تشدید سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ مصافحہ نہیں تھا بلکہ تعلیم ہی کا انداز تھا۔

یہ بات بالکل درست ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بعض اوقات تعلیم کیلئے مخاطب کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے، لیکن اولا: تو یہاں الفاظ عام ہے، اخذ الید عام طور پر مصافحہ ہی کے وقت ہوتا ہے، تعلیم کے وقت حضور ﷺ کبھی کبھی ایسا فرماتے تھے، عادت مستمرہ نہیں تھی، لہٰذا اس کو تعلیم پر محمول کرنے کیلئے کوئی واضح قرینہ ضروری ہے جو کہ یہاں مفقود ہے۔

ثانیاً: خود امام بخاریؒ کا صنیع بھی اس پر دال ہے، چنانچہ اس سے پہلے باب قائم کیا "باب المصافحۃ" جس میں نفس مصافحہ کا مقام و مرتبہ ظاہر ہوا، اس کے بعد "باب الاخذ بالیدین" قائم کیا اور "وصافح حماد بن زید، ابن المبارک بیدیہ" سے تابعین کے عمل سے مصافحہ بالیدین کا ثبوت پیش کیا، اس کے بعد یہ حدیث ابن مسعودؓ لائے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک اس سے مصافحہ ہی مراد ہے۔

ثالثاً: مصافحہ اور تعلیم دونوں کے درمیان تطبیق ممکن ہے کہ اولاً مصافحہ فرمایا اور پھر ہاتھوں کو اسی حال پر رکھا گیا اور تشہد کی تعلیم شروع فرمائی، یہ صورت راجح معلوم ہوتی ہے اور حدیث کے الفاظ بھی بظاہر اسی پر دال ہے، کیونکہ اگر صرف تعلیم ہی کیلئے ہاتھ پکڑا گیا تھا تو اس صورت میں حدیث کے الفاظ "علمني رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وکفي بین کفیہ" نہ ہوتے بلکہ یوں کہتے کہ "اخذ بیدی وجعل یعلمنی" یا ان جیسے دوسرے الفاظ جس سے خاص تعلیم ہی کیلئے اخذ معلوم ہوتا ہو، جب کہ اصل الفاظ میں "وکفی" میں واو حالیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ

تعلیم شروع ہونے سے پہلے میرا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے درمیان تھااوراسی حالت میں تعلیم کا سلسلہ شروع ہو گیا، "علمنی" جملہ فعلیہ ہے جو کہ حدوث وتجدد پر دال ہے، لہذا مجموعہ کلام کا مطلب یہ ہوا کہ ابتداء تعلیم سے پہلے میرا ہاتھ ان کے ہاتھوں میں تھا، تعلیم کیلئے ہاتھ نہیں پکڑا۔

رابعًا: اگر ان سارے قرائن سے بالکل قطع نظر کر کے ہم تسلیم بھی کریں کہ یہ تعلیم کے لئے تھاتو بھی فی الجملہ اس سے استدلال کیاجاسکتاہے، کیونکہ اخذ عند التعلیم اخذ عند المصافحۃ کی نظیر ہے، جب ایک نظیر میں اخذ بالیدین ثابت ہو گیاتو دیگر قرائن کی موجودگی میں دوسری نظیر میں بھی یہ ثابت کیاجاسکتاہے۔

چنانچہ علامہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ثم الذين يدعون العمل بالحديث، ينكرون التصافح باليدين. ولما لم يكن في ذلك عند المصنف حديث على شرطه، أخرج حديث ابن مسعود في التشهد، فاكتفى عن الاستشهاد على النوع باللاستشهاد على الجنس، فإن التصافح في حديثه كان عند التعليم دون التسليم، وهذا غير ذاك. نعم أخرج لها أثرين. ثم للتصافح باليدين حديث مرفوع أيضا، كما في «الأدب المفرد». وأراد المدرسون أن يستدلوا عليه من حديث ابن مسعود هذا، فقالوا: أما كون التصافح فيه باليدين من جهة النبي صلى الله عليه وسلم فالحديث نص فيه. وأما كونه كذلك من جهة ابن مسعود، فالراوي وإن اكتفى بذكر يده الواحدة، إلا أن المرجو منه أنه لم يكن ليصافحه بيده الواحدة،

والنبي صلى الله عليه وسلم قد صافحه بيديه الكريمتين، فإنه يستبعد من مثله أن لا يبسط يديه للنبي صلى الله عليه وسلم وقد يكون النبي صلى الله عليه وسلم بسط له يديه، غير أن الراوي لم يذكره، لعدم كون غرضه متعلقا بذلك. ولا ريب أن الرواة يختلفون في التعبيرات، فيخرجون عباراتهم على الاعتبارت، فمنهم من يفصل المجمل، ومنهم من يجمل المفصل. ثم الواحد قد يرتكبه أيضا، وحينئذ لا بدع في كون مصافحة ابن مسعود أيضا باليدين[1]

ترجمہ:" جولوگ حدیث پر عمل کے مدعی ہیں وہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کاانکار کرتے ہیں،چونکہ امام بخاری کی شرائط کے مطابق ان کے پاس کوئی مرفوع روایت نہیں تھی اس وجہ سے انہوں نے تشہد سے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کااثر نقل کیا، جس میں ایک نوع (تعلیم کے وقت مصافحہ) سے جنس (مصافحہ)پر استدلال کوکافی سمجھا۔کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کی حدیث تعلیم کے وقت مصافحہ کے بارے میں ہے سلام کے بارے میں نہیں ،جب کہ تعلیم اور سلام دوالگ الگ چیزیں ہیں۔البتہ حضرت امام بخاریؒ نے مزید دواوراثر بھی نقل کیے۔ نیز دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کے بارے میں ادب المفرد میں مرفوع روایت بھی موجود ہے۔مدرسین اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی طرف سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ ہوا تھااور یہ اس بارے میں نص ہے۔البتہ راوی کی طرف سے اگرچہ ایک ہاتھ کاتذکرہ ہے مگر امید (ظاہر حال)یہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں

---

[1] فیض الباری،الاستئذان،باب المصافحة،ج٦ س ١٦٧

سے مصافحہ کیاتوانہوں نے بھی ایک ہاتھ سے مصافحہ نہ کیاہو گا، کیونکہ آپ جیسے جلیل القدر لوگوں سے یہ ممکن نہیں کہ جب آپ ان کے ساتھ مصافحہ کے لیے دونوں ہاتھ آگے کیے توان سے بعید ہے کہ دونوں ہاتھ نہ ملاتے، مگر چونکہ راوی کا اس سے کوئی غرض متعلق نہیں اس وجہ سے اس کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ چنانچہ راویوں کی تعبیرات مختلف ہوتی ہیں بعض مجمل بات کو مفصل ذکر کرتے ہیں، بعض تفصیلی بات کو مجمل انداز میں ذکر کرتے ہیں، نیز کبھی ایک راوی اس طرح کرتا ہے۔ بہر حال اس تفصیل کے مطابق یہ کوئی اجنبی بات نہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرمایاہو"۔

دوسری قسم کے احادیث:

جہاں تک دوسری قسم کے احادیث ہیں، تواس کے بارے میں اولاً یہ بات ذہن میں رہے کہ اس طرح روایات بھی کتب حدیث میں مذکور ہیں اور ہم ہرگز ان تمام روایات کو ضعیف نہیں قرار دیتے، بلکہ بعض سند کے لحاظ سے صحیح یا حسن بھی ہوسکتی ہیں، لیکن سائل نے جو پانچ احادیث پیش فرمائی ہے اس کے بارے میں مختصر کلام کرنا ضروری ہے۔

ا: ہماراموقف صرف اتناہے کہ مصافحہ کی کامل سنت دونوں ہاتھ کیساتھ کرنے سے اداہوگی، امت مرحومہ کے علماء وصلحاء کاعام معمول اورطریقہ ہے، تاہم اگرکوئی ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرے توبھی نفس سنت اداہو جائیگی، لہٰذااس قسم کے احادیث وآثار ہمارے اس موقف کے خلاف پیش کرناکافی نہیں۔

۲: اوپر حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جو کچھ تفصیل ذکر کیا گیا وہ یہاں بھی ملحوظ خاطر رہے۔

۳: کلام عرب میں واحد کا اطلاق دو قسم پر ہے ایک تو فرد کیلئے استعمال ہوتا ہے اور دوسرا استعمال جنس کیلئے، عربی زبان کیساتھ معمولی واقفیت رکھنے والا یہ بات جانتا ہے اس میں کوئی اشکال یا پیچیدگی حائل نہیں ہوتی، ہر جگہ لفظ واحد کو "ایک ہی" کے معنی میں لینا درست نہیں، بلکہ بعض اوقات تو اس طرح کاریگری کرنے سے متکلم کا مقصد ہی بالکلیہ فوت ہو جاتا ہے مثلاً حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده" اب یہاں "ید" واحد ہی کا لفظ ہے لیکن کوئی اس کا یہ مطلب یہ نکالے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ایک ہی ہاتھ سے دیگر مسلمان محفوظ ہوں، دوسرے ہاتھ سے ان کو تکلیف پہنچایا کرے تو یقیناً یہ مقتضا حدیث کے سراسر خلاف ہے، یہاں ید سے مراد جنس ید یعنی یدین ہے، اس طرح مصنف ابن شیبہ کی روایت ہے

" حدثنا وكيع، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة، قالت: «ما ضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم خادما له، ولا امرأة، ولا ضرب شيئا بيده»[1]

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے کہیں بھی اپنے کسی خادم، بیوی یا کسی چیز کو ہاتھ سے نہیں مارا"۔

[1] مصنف ابن أبي شيبة ،باب فى المصافحة فى السلام ،ج٥ص ٢٢٣

اس میں بیدہ واحد ہی ہے لیکن اگر کوئی ظاہر بین اس سے صرف ایک ہی ہاتھ سے مارنے کی نفی کرے اور یہ دعوی کرے کہ حضور ﷺ دونوں ہاتھوں سے مارا کرتے تھے تو ظاہر ہے کہ اس کی کم علمی یا کج فہمی ہی شمار ہوگی۔ سنن ابوداؤد کی ایک روایت ہے "نھی عن کسب الأمة إلا ما عملت بیدھا" اس میں بھی لفظ "بیدہا" ایسا ہی لفظ ہے جس سے مصافحہ کے متعلق روایات میں ایک ہی ہاتھ پر استدلال کیا جاتا ہے، اسی روش کے مطابق یہاں بھی اگر کوئی اس ممانعت کو ایک ہی ہاتھ کے کمائی کیساتھ مخصوص اور مقید سمجھے تو ظاہر ہے کہ وہ منشا نبوت کے سراسر خلاف ایک خود تراشیدہ احمقانہ استدلال ہی کہلائے گا۔

اس کا ایک واضح قرینہ وہ روایات ہیں جو اوپر حدیث رقم ۳ میں تحریر کئے گئے، چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

"ما من مسلمين التقيا، فأخذ أحدهما بيد صاحبه إلا كان حقا على الله أن يحضر دعاءهما، ولا يفرق بين أيديهما حتى يغفر لهما"

ترجمہ: "جب بھی دو مسلمان باہم ملاقات کرکے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے (مصافحہ کریں)، تو ہاتھ چھوڑنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کے ذمے ان کی دعا قبول کرنا اور ان کی مغفرت کا حق بنتا ہے"۔

یہاں اولاً "اخذ احدھما بید صاحبہ" فرمایا جو کہ صیغہ واحد ہے، اس کے بعد اسی ہیئت و کیفیت ہی کے متعلق ارشاد فرمایا "لا یفرق بین ایدیھما" یہاں "ایدی" جمع کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوا کہ "ید صاحبہ" سے مراد صرف ایک ہاتھ مراد نہیں، اگر صیغہ واحد سے ہر جگہ ایک ہی ہاتھ مراد ہو تو اس حدیث کے الفاظ میں بھی

نعوذ باللہ ترمیم کی ضرورت پڑے گی۔ صرف عربی ہی نہیں بلکہ اردو وغیرہ زبانوں میں بھی یہ استعمال شائع وذائع ہے ہر صاحب زبان اس کو بلا تکلف سمجھتا اور استعمال کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صرف لفظ "ید" سے ایک ہی ہاتھ مراد لینا اور دونوں ہاتھوں کو منافی خیال کرنا بالکل درست نہیں، بلکہ اس سے جس طرح ایک ہاتھ مراد لیا جا سکتا ہے اسی طرح دونوں ہاتھ بھی اس سے مستفاد ہو سکتے ہیں۔

ان مختصر سی نوازشات کے بعد بظاہر اس بات کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ سوال میں ذکر کردہ روایات کا جواب دیا جائے کیونکہ جب وہ ہمارے مدعیٰ ہی کے خلاف نہیں تو جواب میں وقت صرف کرنے کی کیا ضرورت! تاہم مزید افادہ واستفادہ کیلئے سائل محترم کے پیش کردہ تین روایات اور دیگر استدلالات کا ایک تجزیہ پیش خدمت ہے۔

پہلی روایت:

" وعن عمرو بن العاص قال: «أتيت النبي صلى الله عليه وسلم فقلت ابسط يمينك فلأبايعك فبسط يمينه قال فقبضت يدي"

ترجمہ:"حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ: آپ اپنا دایاں ہاتھ بڑھا دیجیے تا کہ میں بیعت کروں، چنانچہ جب نبی کریم ﷺ نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ واپس کھینچا"۔

اس حدیث سے یہ استدلال"نبی ﷺ بیعت کے وقت ایک ہی ہاتھ ملاتے تھے" بالکل بے جا ہے کیونکہ سابقہ تحریر سے ثابت ہوچکا کہ یمینہ یا یدی کے الفاظ صرف واحد چیز ہی کیلئے استعمال نہیں ہوتے بلکہ ہر زبان میں حالات وقرائن کو دیکھتے ہوئے اس سے اسم جنس بھی مراد لے لیا جاتا ہے، جہاں تک "یمینہ" کے الفاظ ہیں تو اس سے بھی استدلال نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ ذیل میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے جواب میں تفصیل سے مذکور ہے۔

دوسری روایت:

عن عبد الله بن هشام، قال: «كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم، وهو آخذ بيد عمر بن الخطاب»

ترجمہ:"عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا تھا"۔

اولاً: تو اس میں" ایک ہی ہاتھ کا ذکر"صریح نہیں، جیسا کہ بار بار عرض کیا جاچکا۔

ثانیاً: اپنی طرف سے کچھ تبصرہ کرنے کے بجائے سائل کا وہ کلام پیش کرنا چاہتے ہیں جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ کے حدیث کے جواب میں سائل مکرم نے ذکر کر فرمایا تھا کہ "یہ باب تعلیم میں سے ہے نہ کہ مصافحہ، البتہ رسول اللہ ﷺ کی ایک مبارک عادت تھی کہ جب آپ ﷺ کسی سے تاکیدی بات فرماتے تو ازروئے شفقت کبھی مخاطب کے سر پر ہاتھ رکھتے اور کبھی کان پر ہاتھ رکھتے، اسی طرح یہاں بھی رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن مسعود کا ہاتھ ازروئے

شفقت اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان رکھا" اس روایت کے بارے میں ہم یہی کچھ عرض کرناچاہتے ہیں، اسلئے اگر ہم سائل کیساتھ اس بات میں بالکل اتفاق بھی کریں کہ اس "حدیث میں ایک ہاتھ کاذکرہے "تواصل سوال یہ ہوتاہے کہ کیاحدیث میں مصافحہ کابھی کوئی ذکرہے جواس کومعرض استدلال میں پیش کیاجارہاہے؟ کیااس نوع کااستدلال خودآیت کریمہ "تبت یداابی لھب" سے نہیں ہوسکتاکہ اس میں دونوں ہاتھ کاذکرہے؟ عندالللقاءوغیرہ قرائن کی موجودگی میں اخذید سے مصافحہ مرادلینابالکل بجاہے لیکن مطلقاًاخذیداور مصافحہ کوایک شئ متصور کرنادرست نہیں، دونوں میں فرق مندرجہ ذیل روایات سے بخوبی معلوم کیاجاسکتاہے:

امام بیہقیؒ شعب الایمان میں رقم طرازہے:

عن زهرة بن معبد بن عبد الله بن هشام القرشي ثم التيمي، عن جده عبد الله بن هشام، – وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم، مسح برأسه ودعا له وهو صغير – قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، وهو آخذ بيد عمر بن الخطاب، فقال له عمر: والله يارسول الله، لأنت أحب إلي من كل شيء إلا نفسي[1]

ترجمہ:" آپ ﷺ نے عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کے سرپرجب وہ چھوٹے تھے ہاتھ مبارک پھیرکردعافرمائی، یہی عبداللہ بن ہشام فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ

[1] شعب الإيمان: رقم الشعبة ١۴،حب النبی،ج٢ ص ٥٠٥

کی خدمت میں حاضر تھے اورآپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کاہاتھ پکڑا تھا،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایایارسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم آپ مجھے اپنے نفس کے علاوہ باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں"۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج يوما وخرجنا معه حتى انتهينا إلى المقابر، فأمرنا فجلسنا، ثم تخطى القبور حتى انتهى إلى قبر منها، فجلس فناجاه طويلا، ثم ارتفع نحيب رسول الله صلى الله عليه وسلم باكيا، فبكينا لبكاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم إن النبي صلى الله عليه وسلم أقبل إلينا، فتلقاه عمر بن الخطاب رضي الله عنه، فقال: ما الذي أبكاك يا رسول الله، فقد أبكانا وأفزعنا؟ فأخذ بيد عمر ثم أقبل إلينا فأتيناه فقال: " أفزعكم بكائي؟ " قلنا: نعم يا رسول الله. فقال: " إن القبر الذي رأيتموني[1]

ترجمہ:"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:ایک دن ہم آپ ﷺ کے ہمراہ باہر نکل کر قبرستان پہنچے، ہمیں بیٹھنے کا حکم ہوا توہم بیٹھ گئے۔پھر قبروں کے بیچ میں چلتے ہوئے ایک قبر کے پاس پہنچے، آپ ﷺ وہاں بیٹھ کر بہت دیر تک دعائیں مانگتے رہے،پھر آپ کے رونے کی آواز بلند ہوئی توحضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے آکر فرمانے لگے کہ:یارسول اللہ کس چیز نے آپ

---

[1] شرح مشكل الآثار:باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الاستغفار للمشركين من نهي أو إباحة ،ج٦ ص ٢٨٥

کورلایا، بے شک اس نے ہمیں بھی رلایااورڈرایا،رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کاہاتھ پکڑ ہماری طرف توجہ کیاتوہم آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ: میرے رونے کی وجہ سے آپ ڈر گئے؟ہم نے عرض کیاجی ہاں یارسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک جو قبر تم دیکھتے ہو اس نے مجھے رلایااور مجھ پر خوف طاری کیا"۔

تیسری روایت:

"عن نافع، عن ابن عمر، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ودع رجلا أخذ بيده، فلا يدعها حتى يكون الرجل هو يدع يد النبي صلى الله عليه وسلم، ويقول: استودع الله دينك وأمانتك وآخر عملك"

ترجمہ:"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :رسول اللہ ﷺ جب کسی کو رخصت فرماتے توان کاہاتھ پکڑ لیتے (مصافحہ کرتے)اورجب تک وہ ہاتھ نہ چھوڑتے آپ ﷺ ان کاہاتھ نہ چھوڑتے اور فرماتے:میں تیرادین امانت اورآخری عمل خداکے سپرد کرتاہوں"۔

سائل نے یہ روایت پیش فرمانے کے بعد کہاکہ "اس حدیث میں بھی ایک ہاتھ کاذکر ہے"ہمیں یہ بات تسلیم نہیں،کیونکہ اگر "اخذ بیدہ"کامطلب ایک ہاتھ پکڑناہی ہے توبعد کے جملے "استودع اللہ۔۔آخر عملک"میں عمل سے بھی ایک ہی عمل مرادہے جو بالکل خلاف مفہوم ومعروف ہے،باقی تفصیل اوپر تین نکات کے اندر عرض کر دی گئی۔

ان تین روایات کو ذکر کرنے کے بعد سائل نے امام نوویؒ کی طرف کا منسوب ایک قول ذکر کیا کہ :"یستحب ان تکون المصافحة بالیمنی وھوافضل" لیکن سوال یہ ہے کہ جب حماد بن زید اوران کے شاگرد عبد اللہ بن مبارک (رحمہا اللہ تعالیٰ) جیسی شخصیات کا عمل دلیل نہیں بن سکتا تو امام نووی رحمہ اللہ تعالی کے قول وفعل سے کیونکر استدلال کیا جاسکتا ہے جو اس کو حجت میں پیش کیا جائے؟ جب کہ یہ دونوں حضرات ہجری کے چنیدہ شخصیات تھے اور امام نووی ساتویں ہجری کے "غیر معصوم" شافعی عالم ہے۔

ثانیاً: سائل نے یہ عبارت امام نوویؒ کے شرح مسلم کی طرف منسوب فرمائی، لیکن شرح مسلم سمیت ہمارے پاس امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی جو کتابیں دستیاب ہیں مثلاً المجموع، روضۃ الطالبین، ریاض الصلحین، الاذکار، ان میں ان کی طرف منسوب یہ عبارت ہمیں نہ مل سکی، ان کی تقریباً تمام کتابوں میں متعلقہ مباحث دیکھنے کے باوجود ان الفاظ کیساتھ یہ عبارت ہمیں نہ مل سکی، بلکہ تمام عبارات دیکھنے سے یہ نتیجہ سامنے آیا کہ مصافحہ اور دیگر تمام امور خیر وتکریم میں دائیں ہاتھ کو مقدم کرنا افضل ہے، چنانچہ کتاب الاذکار میں لکھتے ہیں:

یستحب أن یبتدأ في لبس الثوب والنعل والسراویل وشبهها بالیمین من كمیه ورجلي السراویل ویخلع الأیسر، ثم الأیمن، وكذلك الاكتحال، والسواك، وتقلیم الأظفار، وقص الشارب، ونتف الإبط، وحلق الرأس، والسلام من الصلاة، ودخول المسجد، والخروج من الخلاء، والوضوء، والغسل، والأكل،

والشرب والمصافحة، واستلام الحجر الأسود، وأخذ الحاجة من إنسان، ودفعها إليه، وما أشبه هذا، فكله يفعله باليمين، وضده باليسار---الخ ورويتا في صحيحي البخاري، وأبي الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري عن عائشة رضي الله عنها قالت: " كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعجبه التيمن في شأنه كله: في طهوره وترجله وتنعله[۱]---

ترجمہ:"لباس ،جوتے،شلوار وغیرہ پہننے میں اول دائیں پہنا مستحب ہے اوراتارنے میں اول بایاں پھر دایاں ۔ نیز سرمہ ،مسواک ،ناخن کاٹنے،مونچھ کاٹنے،بغل کے بال اکھیڑنے، سرمنڈوانے، نماز میں سلام پھیرنے،مسجد میں داخل ہونے،بیت الخلاء سے نکلنے،وضو، غسل، کھانے پینے، مصافحہ، حجراسود کے استلام، کسی مسلمان سے ضرورت کی چیز لینے یااسے حوالہ کرنے وغیرہ میں دائیں طرف کااہتمام کرنامستحب ہے اس کے برعکس میں بائیں کا۔ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہاسے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام حالات میں بالخصوص طہارت،بالوں میں کنگھی کرنے یاجوتا پہننے میں دائیں طرف سے شروع کرنے کوپسند کرتے"۔

صحیح مسلم پرجو آپ کابہترین حاشیہ موجودہے جس کی طرف منسوب کرکے سوال میں مندرجہ بالاعبارت ذکرکی گئی،اس میں ہے:

(كان صلى الله عليه وسلم يحب التيمن في طهوره إذا تطهر وفي ترجله إذا ترجل وفي انتعاله إذا انتعل) هذه قاعدة مستمرة فى

---

[۱] الأذكار للنووي،باب كيفية لباس الثوب والنعل وخلعهما،ج۱ص۲۲

الشرع وهي انما كان من باب التكريم والتشريف كلبس الثوب والسراويل والخف ودخول المسجد والسواك والاكتحال وتقليم الأظفار وقص الشارب وترجيل الشعر وهو مشطه ونتف الإبط وحلق الرأس والسلام من الصلاة وغسل أعضاء الطهارة والخروج من الخلاء والأكل والشرب والمصافحة واستلام الحجر الأسود وغير ذلك مما هو في معناه يستحب التيامن فيه وأما ما كان بضده كدخول الخلاء والخروج من المسجد والامتخاط والاستنجاء وخلع الثوب والسراويل والخف وما أشبه ذلك فيستحب التياسر فيه وذلك كله بكرامة اليمين وشرفها والله أعلم وأجمع العلماء على أن تقديم اليمين على اليسار من اليدين والرجلين في الوضوء سنة لو خالفها فاته الفضل وصح وضوءه وقالت الشيعة هو واجب ولا اعتداد بخلاف الشيعة واعلم أن الابتداء باليسار وان كان مجزيا فهو مكروه نص عليه الشافعي وهو ظاهر وقد ثبت في سنن أبي داود والترمذي وغيرهما بأسانيد حميدة عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إذا لبستم أو توضأتم فابدؤا بأيامنكم فهذا نص في الأمر بتقديم اليمين

ومخالفته مكروهة أو محرمة وقد انعقد إجماع العلماء على أنها ليست محرمة فوجب أن تكون مكروهة"[1]

ترجمہ:"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے وقت دائیں طرف سے شروع کرتے، بالوں میں کنگھی کرنے یا جوتا پہننے میں دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند کرتے۔ شرعی امور میں یہ ایک عام قاعدہ ہے اور یہ عزت و تکریم کا معاملہ ہے، مثلاً: کپڑے ،شلوار، جوتا پہننے میں مسجد کو داخل ہونے میں، مسواک کرنے، سرمہ لگانے، ناخن کاٹنے، مونچھ کاٹنے، بالوں میں کنگھی کرنے ،بغل کے بال اکھیڑنے،

طرف کا اہتمام کرنا مستحب ہے۔ اس کے برعکس کاموں: جیسے بیت الخلاء کو داخل ہونے میں، مسجد سے نکلنے، ناک صاف کرنے، استنجاء، کپڑے، شلوار، موزہ، وغیرہ اتارنے میں دائیں طرف کے احترام واکرام کی خاطر بائیں کا اہتمام کرنا مستحب ہے۔ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ وضوء میں دایاں ہاتھ اور پاؤں بائیں سے پہلے دھونا سنت ہے اگر کوئی اس کا اہتمام نہ کرے تو اگرچہ سنت کی فضیلت فوت ہوتی ہے تاہم اس کا وضوء درست ہے۔ روافض کے نزدیک دائیں طرف سے شروع کرنا واجب ہے، مگر ان کے اختلاف کا اعتبار نہیں۔(نہ اس اختلاف کی وجہ سے اجماع متاثر ہوتی ہے)بائیں طرف سے شروع کرنے سے اگرچہ وضوء ہو جاتا ہے تاہم ایسا کرنا مکروہ ہے اور امام شافعیؒ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ سنن ابی داؤد اور ترمذی

---

[1] شرح النووي على مسلم: كتاب الطهارة، باب الاستطابة، ج ٣ ص ١٦٠، دار احياء التراث

وغیرہ میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کاارشادگرامی منقول ہے کہ:جب تم لباس پہنویاوضوء کروتودائیں طرف سے شروع کرو۔یہ حدیث اس بارے میں نص ہے اوراس کی مخالفت مکروہ یاحرام ہے۔مگرچونکہ علماء کااس پراتفاق ہے کہ ایساکرناحرام نہیں تومکروہ توخواہ مخواہ ہوگی"۔

ریاض الصالحین میں تحریرفرماتے ہیں:

كالوضوء والغسل والتيمم ولبس الثوب والنعل والخف والسراويل ودخول المسجد والسواك والاكتحال وتقليم الأظافروقص الشارب ونتف الإبط وحلق الرأس والسلام من الصلاةوالأكل والشرب والمصافحةواستلام الحجر الأسودوالخروج من الخلاء والأخذ والعطاءوغير ذلك مما هو في معناه. ويستحب تقديم اليسار في ضد ذلك كالامتخاط والبصاق عن اليسارودخول الخلاءوالخروج من المسجد وخلع الخف والنعل والسراويل والثوب والاستنجاء وفعل المستقذرات وأشباه ذلك.[1]

ترجمہ:"وضوء،غسل،تیمم،کپڑے،جوتے،موزے،شلوارپہننے،مسجدکوداخل ہوتے وقت،مسواک ،سرمہ لگانے،ناخن کاٹنے،مونچھ کاٹنے،بغل کے بال اکھیڑنے،سرمنڈوانے،نمازمیں سلام پھیرتے وقت،کھانے پینے،مصافحہ،حجراسود

---

[1] رياض الصالحين،باب استحباب تقديم اليمين في كل ما هو من باب التكريم،ج١ص ٢٣١

مستحب ہے ۔ان امور کے بر خلاف :ناک صاف کرنے، تھوکتے وقت، بیت الخلاء

،استنجا اور گندگی صاف کرتے وقت بائیں طرف کا استعمال اور اسی طرف سے شروع کرنا مستحب ہے"۔

ان تمام عبارات میں مشترکہ طور پر تقدیم الیمین علی الیسار یا ابتدا بالیمین کا استحباب اور افضلیت مذکور ہے، جو اکتفاء بالیمین کے بظاہر بالکل خلاف ہے، مثال کے طور پر دئے ہوئے فہرست میں جو امور ایک ہی ہاتھ سے انجام دئے جاتے ہیں، ان میں یہ مطلب لینا اور اکتفاء بالیمین کو افضل سمجھنا تو درست ہے، لیکن جن امور میں دونوں ہاتھ استعمال ہوتے یا ہوسکتے ہیں ان سے اکتفاء کا مفہوم کشید کرنا خود مؤلف کے ذکر کئے الفاظ "تقدیم، ابتداء" کے سراسر خلاف ہے کیونکہ تقدیم وابتدا تعدد کے مقتضی ہیں، یعنی تقدیم یا ابتداء تب ہی متصور ہو گا جب مابہ التقدیم اور مابہ الابتداء متعدد اشیاء موجود ہوں، اور سائل کے موقف کے مطابق چونکہ مصافحہ شرعاً ایک ہی ہاتھ سے کیا جاسکتا ہے دونوں ہاتھ کو اس کیلئے استعمال میں لانا خلاف سنت ہے اسلئے یہاں تقدیم یا ابتدا کی ضرورت نہیں۔

ثالثاً: دعوی تو سنیت کا ہے اور عبارت سے زیادہ سے زیادہ استحباب کا ثبوت ہو سکتا ہے، دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا خلاف سنت ہونا منطوق و مفہوم کسی بھی طرح مستفاد نہیں ہوتا۔

رابعًا:یہ کہ المصافحۃ بالیمنی کا یہ مطلب لیناکہ مصافحہ صرف دائیں ہاتھ سے مستحب ہے بائیں ہاتھ سے خلاف سنت ہے،ہی درست نہیں،کیونکہ علامہ البانی(جہاں سے سائل نے بعدوالی عبارت نقل کی ہے)اورعلامہ مبارکفوریؒ نے اہل لغت سے مصافحہ کا معنی ضرب صفح الکف بصفح الکف نقل کیاہے اور مصافحہ بالیدین میں بھی صفح طرفین کے دائیں ہاتھوں ہی کاہوتاہے،بائیں ہاتھوں کے صفحیں آپس میں نہیں ملتے،بلکہ وہ ظہرالکف کیساتھ مل جاتے ہیں،اور چونکہ مصافحہ ایک کارخیر ہے جس میں اصل کردار دائیں ہاتھ ہی کاہوناچاہئے،اسلئے دائیں کی طرف منسوب کردیاگیا،لہٰذاعلی سبیل التسلیم امام نوویؒ کا یہ کہنابالکل بجاہے کہ"یستحب ان تکون المصافحۃ بالیمنی وھوافضل"لیکن اس سے مصافحہ کے وقت ایک ہی ہاتھ ملانے کاثبوت نہیں ہوسکتا۔

خامسا:یہ ہمارے مدعی کے خلاف بالکل نہیں،کیونکہ ہم ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کوناجائزیاخلاف سنت نہیں کہتے بلکہ ہماراموقف یہ ہے کہ اس سے بھی سنت اداہوجائیگی،تاہم کامل سنت مصافحہ بالیدین ہے۔

آخرمیں سائل نے علامہ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت:" فهذه الأحاديث كلها تدل على أن السنة في المصافحة: الأخذ باليد الواحدة فمايفعله بعض المشايخ من التصافح باليدين كلتيهما خلاف السنة، فليعلم هذا.[۱]" نقل کی ہے لیکن اس کااثبات کارے دارد،کیونکہ احادیث میں "بیدہ" وغیرہ

---

[۱] سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها ،ج۱ص ۵۲

کے الفاظ تو موجود ہیں، لیکن "فقط" کی قید کے بارے میں کوئی ایک صحیح اور صریح حدیث ہی ایسی دکھائی جائے جس میں یہ مذکور ہو کہ فقط دائیں ہاتھ سے ہی مصافحہ سنت ہے بائیں سے خلاف سنت، پوری ذخیرہ حدیث میں کوئی ایک بھی ایسی حدیث موجود نہیں کہ حضور ﷺ مصافحہ دائیں ہاتھ سے مصافحہ کرتے اور بائیں ہاتھ کو کھینچتے تھے، اور نہ ہی ۱۲ صدی ہجری سے پہلے کے کسی مستند محدث وفقیہ نے یہ طریقہ بیان کیا، بلکہ فقہاء کرام اور محدیثن عظام کے کلام میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں یہی معمول متوارث چلا آرہا تھا کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کیا جاتا ہے، صرف ایک ہی ہاتھ پر اکتفاء نہیں کیا جاتا، چنانچہ بخاری شریف (کتاب تفسیر القرآن، باب: إذا جاءکم المؤمنات مهاجرات، رقم الحدیث ۱۹۸۴) کے تحت علامہ عینی اور علامہ قسطلانی (رحمہا اللہ تعالیٰ) کا کلام ملاحظہ ہو:

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

" (فمن أقر بهذا الشرط)وهو{أن لا يشركهن بالله شيئا} الخ قوله: (قال لها) أي:للمبايعة منهن (قد بايعتك كلاما) وهو منصوب بنزع الخافض، وهو من قول عائشة، والتقدير: كان يبايع بالكلام ولا يبايع باليد كالمبايعة مع الرجال بالمصافحة باليدين[1]

ترجمہ: "جو عورت اس شرط کو تسلیم کرتی کہ وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ شرک کا ارتکاب نہ کرے گی تو آپ ﷺ ان سے فرماتے کہ: میں نے (زبانی) آپ کے ساتھ بیعت کیا ہے۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ: آپ ﷺ اجنبی عورتوں کے

[1] عمدة القاري ،تفسیر القرآن،باب:إذا جاءكم المؤمنات مهاجرات،ج۱۹ص۲۳۱

ساتھ زبانی بیعت کرتے ہاتھ نہ ملاتے، جیساکہ مردوں کے ساتھ بیعت کرتے وقت دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتے"۔

علامہ قسطلانی تحریر فرماتے ہیں:

(قال عروة) بالسند السابق (قالت عائشة) -رضي الله عنها- (فمن أقرّ بهذا الشرط) شرط الإيمان (من المؤمنات) وفي الطبراني من طريق العوفي عن ابن عباس قال كان امتحانهن أن يشهدن أن لا إله إلا الله وأن محمدًا رسول الله، وهذا لا ينافي ما روي أنه كان يمتحنهن بأنهن ما خرجن من بغض زوج إلى آخر ما ذكر لأنه زيادة بيان لقوله ما خرجت إلا رغبة في الإسلام فإذا قالت ذلك (قال لها رسول الله -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: قد بايعتك كلامًا) أي بالكلام لا باليد كما كان يبايع الرجال بالمصافحة باليدين (ولا والله ما مست يده يد امرأة قط في المبايعة ما يبايعهن إلا بقوله) للمرأة (قد بايعتك على ذلك) بكسر الكاف [1]

ترجمہ:"حضرت عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہے کہ:جو عورت اس شرط کو تسلیم کرتی کہ وہ خداتعالیٰ کے ساتھ شرک کاارتکاب نہ کرے گی تو آپ ﷺ ان سے فرماتے کہ: میں نے (زبانی) آپ کے ساتھ بیعت کیاہے: آپ ﷺ اجنبی عورتوں کے ساتھ زبانی بیعت کرتے، ہاتھ نہ ملاتے، جیساکہ مردوں کے ساتھ بیعت کرتے وقت دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتے۔ نیز وہ فرماتی ہے کہ

---

[1] إرشاد الساري،تفسيرالقرآن،باب:إذا جاءكم المؤمنات مهاجرات،ج ٧ص٣٨٠

بیعت کے سلسلہ میں آپ ﷺ کا ہاتھ کبھی کسی اجنبی عورت کے ساتھ مس نہ ہوا۔ طبرانی میں ہے کہ (بیعت کے لیے) مسلمان عورتوں کا امتحان یہ ہوتا تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ ﷺ کے رسالت کی گواہی دیں۔ یہ بات اس روایت کے بھی منافی نہیں جس میں ہے کہ عورت کا امتحان یہ تھا کہ وہ اقرار کرے کہ وہ شوہر کی ناپسندیدگی کی وجہ سے نہیں آئی ہے بلکہ محض اسلام میں رغبت کی وجہ سے ہجرت کر چکی ہے"۔

ان عبارات سے اچھی طرح اندازہ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی عام عادت شریفہ یہی تھی کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرماتے تھے کیونکہ "کان" عام طور پر استمرار کیلئے آتا ہے جب تک استمرار سے کوئی قرینہ صارفہ موجود نہ ہو۔

آنحضرت ﷺ کے بعد بزرگان دین اور اکابرین امت کا بھی یہی معمول وطرز رہا جس کی تائید علامہ شمس الدین محمد بن مفلح (المتوفی ۷۶۳ھ) کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے۔

وقال عبد الله بن أحمد رأيت كثيرا من العلماء والفقهاء والمحدثين وبني هاشم وقريش والأنصار يقبلونه يعني أباه بعضهم يديه وبعضهم رأسه، ويعظمونه تعظيما لم أرهم يفعلون ذلك بأحد من الفقهاء غيره، لم أره يشتهي أن يفعل ذلك.[1]

ترجمہ:"عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں کہ: میں نے بیشتر علماء، فقہاء، محدثین، بنو ہاشم، قریشی اور انصاری لوگوں کو اپنے والد ماجد (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ)

---

[1] الآداب الشرعية والمنح المرعية، فصل في سنة المصافحة بين الرجال والنساء وما قيل في التقبيل والمعانقة، ج۲ص ۲۵۸

کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا، بعض ان کے ہاتھوں کو بعض اس کے سر کو کو بوسہ دیتے اوران کی اس قدر تعظیم کرتے کہ دیگر فقہاء میں کسی کی اس قدر تعظیم میں نے نہیں دیکھی۔ مگر میں نے اپنے والدماجد کو بھی کبھی اس کا خواہش مند نہیں پایا"۔

واضح رہے کہ یہ ابن مفلحؒ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہ مایہ ناز شاگرد تھے جن کے "من اعلم بمذہب الامام احمدؒ" ہونے پر ان حضرات کی شہادتیں موجود ہیں۔

یہاں تک احادیث کا مختصر تذکرہ تھااور محدثین کرام کا کلام مذکور تھا، جو طالب حق کیلئے کافی ووافی معلوم ہوتا ہے لیکن ہمارے محترم سائل صاحب نے چونکہ اپنے "فتویٰ" کے شروع میں مذاہب اربعہ کا بھی یہی موقف نقل فرمایا، اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء کرام کے تحقیقات سے استفادہ کیاجائے کہ ان نکتہ رس حضرات نے مجموعہ احادیث اور حضور ﷺ کا معمول دیکھنے سے اپنے تفقہ او علمی عمق کے نتیجہ میں کیا عطر کشید فرمایا:

سائل نے علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک عبارت سے مصافحہ بالید الواحد ہی مستنبط فرمایااوراس کو پورے حنفیہ کا مذہب قرار دیا:

لیکن اولاً تو وہ عبارت کتاب الحج سے اخذ کی گئی جو دراصل اس مسئلہ کی تفصیل کی جگہ ہی نہیں، اصول افتاء کے مطابق مسئلہ اپنے مظان ہی سے ذکر کیا جاتا ہے، غیر مظان میں سے کوئی ادھوری عبارت دیکھ کر اس سے مسئلہ اخذ کرلینااور مظان کی طرف رجوع کی زحمت نہ کرنااور یہی نہیں بلکہ اس پر پورے مذہب کا مدار رکھنا اصول افتاء کے بالکل خلاف ہے۔

ثانیاً: علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ عبارت بھی" سنیت المصافحہ بالیمنی فقط "میں صریح نہیں، بلکہ اسمیں وہی ساری تفصیل ہے جو امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے عبارت میں تحریر کی جاچکی۔

ثالثاً: علامہ شامیؒ کا یہ موقف بالکل نہیں، بلکہ وہ بھی دیگر تمام اہل علم کی طرح مصافحہ بالیدین ہی کے سنیت کے قائل ہے، فقہاء کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) عام طور پر مصافحہ اور تقبیل والے مسائل کتاب الحظر والاباحۃ ہی میں ذکر کرتے ہیں، فقہ حنفی میں ان جیسے مسائل کا مظان یہی ہے اور اس میں علامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہے:

" وفي القنية: السنة في المصافحة بكلتا يديه وتمامه فيما علقته على الملتقى. "

ترجمہ: "قنیہ میں ہے کہ: دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا سنت ہے"۔

اس عبارت کے تحت علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

والسنة أن تكون بكلتا يديه، وبغير حائل من ثوب أو غيره وعند اللقاء بعد السلام وأن يأخذ الإبهام، فإن فيه عرقا ينبت المحبة كذا جاء في الحديث ذكره القهستاني وغيره اه-[1]

ترجمہ: "سنت یہ ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہو، درمیان میں کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو، ملاقات کے وقت سلام کے بعد ہو"۔

---

[1] الدر المختاروحاشية ابن عابدين، كتاب الحظروالاباحة، باب الاستبراء، ج٦ ص٣٨١

علامہ ابوسعید خادمی حنفی (المتوفی ۱۱۵۶ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ طریقہ محمدیہ کی اپنی مشہور شرح بریقہ محمودیہ میں فرماتے ہیں:

ثم السنة في المصافحة إلصاق صفحة الكف بالكف وإقبال الوجه بالوجه وأخذ الأصابع ليس بمصافحة بل فعل الروافض كما عن الصلاة المسعودية وفي المنية أنها بكلتا يديه"[1]

ترجمہ: "مصافحہ میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلی دوسرے ہتھیلی کے ساتھ مل جائے اور چہرہ چہرے کے سامنے ہو(یعنی مصافحہ کرتے وقت کسی اور کے ساتھ باتوں میں یا کسی اور کام کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ مصافحہ کرنے والے کی طرف متوجہ ہو)۔ محض انگلیاں پکڑنا مصافحہ نہیں بلکہ روافض کا طریقہ ہے۔ منیہ میں ہے کہ: مصافحہ دونوں ہاتھوں سے سنت ہے"۔

اس کے علاوہ فقہاء کرام نے بھی دونوں ہاتھ مصافحہ کرنے کو "سنت" کہا، چنانچہ علامہ احمد بن محمد رومی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ "مجالس الابرار و مسالک الاخیار" میں تحریر فرماتے ہیں:

"والسنة ان تكون بكلتايديه"[2]

ترجمہ: "سنت یہ ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہو"۔

---

[1] بريقة محمودية في شرح طريقة محمدية :الباب الثانى،الفصل الثالث،قبيل "من آفات اليد إهلاك المال أو نقصه "ج٤ص ٧٦

[2] المجلس الخمسون في بيان المصافحة وبيان كيفيتهاوفوائدها،ص٣٩٣،سهيل اكيدمي،لاهور

اسی کو مد نظر رکھ کر ہندوستان کے مشہور محدث وفقیہ علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"جواب: تمام فقہاء دوہاتھ سے مصافحہ کرنے کو مسنون کہتے ہیں، مجالس الابرار میں ہے کہ: "والسنۃ ان تکون بکلتا یدیہ" اور مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو"[1]

ان احادیث اور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال وتحقیقات سے ہٹ کر یہ بھی ذہن میں رہے کہ ایک ہی ہاتھ مصافحہ کرنا اگرچہ ناجائز یا حرام نہیں، تاہم چونکہ یہ عام طور کفار یا فساق وفجار ہی کی عادت اور ان ہی کا معمول سمجھا جاتا ہے اور تشبہ بالکفار یا بالفساق بھی ممانعت کا ایک اہم سبب بن جاتا ہے اسلئے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے بھی اس عادت کو ترک کرنا چاہیئے، چنانچہ اسی "سلام" کے باب میں حضور ﷺ کی یہ حدیث ہمیں پیش نظر رکھ لینی چاہیے۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں:

أخبرنا ابراهيم بن المستمر قال حدثني الصلت بن محمد قال ثنا ابراهيم بن حميد الرؤاسي عن ثور قال حدث أبو الزبير عن جابر بن عبد الله أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال "لا تسلموا

---

[1] فتاویٰ عبد الحیؒ، ص۱۰۷

تسليم اليهود والنصارىٰ فإن تسليمهم بالأكف والرؤوس والإشارة[1]

ترجمہ:"حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی نقل ہے کہ :یہود ونصاری کی طرح سلام مت کرو، کیونکہ ان کا سلام ہتھیلی ، سر یا اشارہ سے ہوتا ہے"۔

(غالباً) انہی وجوہات کی بناء پر علامہ ظفر احمد عثانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

وهل هي باليدالواحدة اوباليدين؟ فلانص فيه، ولكن المتوارث هوباليدين دون اليدالواحدة، وقال البخاري في صحيحه:صافح حمادبن زيدابن المبارك بيديه، ووصله في تاريخه، فقال: حدثنا اصحابنايحي وغيره عن اسماعيل بن ابراهيم، قال:---- ثم المصافحة باليد الواحدة من شعاراهل الباطل في زماننافلاينبغي التشبه بهم بترك ماهو المتوارث المتعارف بين المسلمين، وقد ثبت انه صافح حمادبن زيدابن المبارك بكلتايديه لم يثبت خلافه عن احد، فلاينبغي ان يترك سنة السلف باجتهادهولاء المحدثين الجهلة[2]

ترجمہ:"مصافحہ ایک ہاتھ سے سنت ہے یا دونوں ہاتھوں سے ؟اس بارے میں کوئی (صریح) نص وارد نہیں، مگر متوارث طریقہ یہی ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو،

---

[1] "عمل اليوم والليلةللنسائي: كراهية التسليم بالأكف والرؤوس والإشارة،ص ٢٨٨،مؤسسة الرسالة،بيروت

[2] اعلاءالسنن: كتاب الحظروالاباحة، باب المصافحة،ج ١٧ص٤٣٣

ایک ہاتھ سے نہ ہو۔امام بخاریؒ صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ: حماد بن زیدؒ نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔اور (یہاں تعلیقا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے)اپنی تاریخ میں اسے سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ہمارے اس زمانے میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا اہل باطل (کفار) کا شعار ہے تو مسلمانوں کے درمیان رائج عمل کو چھوڑ کر ان کی مشابہت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔نیز حماد بن زید کا حضرت عبداللہ بن مبارک کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا بھی ثابت ہے اور اس کے خلاف کسی سے نقل نہیں، تو سلف صالحین کے طریقے کو جاہل محدثین (اہل حدیث) کی وجہ سے ترک کرنا مناسب نہیں"۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ عبید الرحمن عفی عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم الرحمانیہ، مردان

۱۷رجب ۳۵ھ